خواجہ قمر سا مردِ مسلمان و حق شناس
آتا ہے کائنات میں بعد از ہزار سال

مختصر سوانح حیات مبارکہ

# شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

از

## ضیاء الامت حضرت پیر کرم شاہ الازہری


شرفِ تدوین و ترتیب
محمد فرید الدین سیالوی

معاون برائے تدوین
صاحبزادہ شعاع الدین سیالوی



ناشر
تعلیماتِ سیال شریف

(از : حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ)

خواجہ قمرؒ جو ٹریا روندی عمر گزاراں
روندا جہاں سارا جدوں میں پنل پکاراں

ہک پل بغیر تیرے سو سال سانوں دسدے
ماھی نظر نہ آندا چودھار نظر ماراں

دے کے پریت اپنی من موہ کے چھپ گئے او
سانوں چھوڑ کے ہکلڑا نالے دیکے دکھ ہزاراں

مسکیناں دی محبت بخشی اُنہاں نوُں قُدرت
ہر اک ادا شریعت کینویں دلوں وساراں

کتنی پیاری ہستی کیتی جدا اساں توں!
گھولے کراں میں چھکڑے صدقے کراں میں کاراں

دیدار آخری توں محروم رہ گیا میں
اس غم تھیں ہاں میں گریاں ہر وقت مثلِ باراں

لجپال ایتھے اوتھے بیشک لجاں پلنیدے
رو رو کے یار ملسن کدیں فخرؔ وچہ مزاراں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

# شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

برصغیر پاک وہند میں بسنے والے فرزندِ اسلام کے لیے انیسویں صدی بڑے درد وکرب کی صدی تھی۔ ہندوستان کی وسیع و عریض مسلم مملکت بیسیوں چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹ چکی تھی۔ ہر ریاست کا حکمران اپنی ذاتی وجاہت کے لیے یوں ازخود رفتہ ہو چکا تھا کہ اسے نہ ملت کا غم تھا اور نہ ہی قوم کے آفتاب اقبال کے غروب ہونے کا کوئی دکھ تھا۔ مسلمان اب آپس میں دست و گریباں تھے۔ دہلی شہر جو صدیوں سے ہندوستان میں اسلامی سلطنت کا مرکز رہا تھا، اپنے فرمانرواؤں کی نااہلی کے باعث اپنا اثر و رسوخ کھوتا جارہا تھا۔ اس سے بھی المناک بات یہ تھی کہ بندہ مومن کا رشتہ اپنے کریم رب اور اپنے رؤف ورحیم مرشد سے کمزور ہوتا جارہا تھا۔ عقیدے اور عمل کی مختلف بدعتوں نے اسلامی معاشرہ کو نڈھال کر دیا تھا۔ مسجدیں ویران تھیں، مدرسے بے چراغ تھے، خانقاہیں جہاں کبھی اللہ تعالی کے شیر تشریف فرما ہوا کرتے تھے، اب روباہ کیش اور حقیقت اسلام سے بالکل بے بہرہ ملنگوں اور قلندروں کے تصرف میں تھیں۔

نورِ معرفت سے منور چہرے اور سجدوں کے نشانوں سے تابندہ پیشانیاں خال خال نظر آجاتی تھیں۔ وہ چشمے خشک ہوتے جارہے تھے جو قدموں کی کشت حیات کو سراب کرتے ہیں۔ وہ تارے یکے بعد دیگرے ڈوبتے چلے جارہے تھے جو زندگی کے صحراؤں میں بھٹکنے والے راہرووں کو اپنی منزل کا نشان بتاتے تھے۔

آپ خود سوچیے جہاں امراء ایک دوسرے کو پچھاڑنے کی سازشوں میں رات دن سرگرم ہوں، جہاں عوام اپنے منبع حیات سے روز بروز دور ہوتے جارہے ہوں، وہاں عوام کی ذلت و نکبت، زوال وادِبار کے علاؤہ اور کس چیز کی توقع کی جاسکتی ہے وہ قوم جو اپنی تعداد کی قلت کے باوجود محض اپنے حسن عمل کے بل بوتے پر اتنے بڑے ملک پر صدیوں سے حکمرانی کرتی رہی تھی آج اس قوم میں وہ خوبیاں قصہ ماضی بن چکی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی حکومت کا آفتاب 1857ء کی ایک شام کو غروب ہو گیا، ان محلات کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی جن میں بسنے والے اپنے خالق کو بھول چکے تھے۔ جن کے دن رات عیش و عشرت میں بسر ہوتے تھے۔ جن کے ایوانوں میں ہر لمحہ ناؤ ونوش اور رقص و موسیقی کی محفلیں بپا رہتی تھیں۔ چھ ہزار میل دور سے آئے ہوئے انگریز نے اپنے خالق کے باغیوں کو بھیڑ بکری کی طرح ذبح کر دیا۔ علماء کرام کو تختۂ دار پر لٹکا دیا۔ مدرسوں کو مقفل کر دیا گیا۔ علم و حکمت کے قیمتی نوادرات کو نذر آتش کر دیا گیا اور عام مسلمان کو انگریز اور ہندو کی دوہری غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا گیا۔

ہر طرف مایوسی کا اندھیرا چھایا ہوا تھا امید کی کوئی کرن کسی گوشہ سے بھی جھانکتی نظر نہیں آتی تھی لوگوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اب اسلام کا چراغ اس ملک میں دوبارہ روشن نہیں ہوگا مسلمان کا وجود حرفِ غلط کی طرح اس ملک کی تاریخ سے محو کر دیا جائے گا۔

اللہ کی رحمت کے انداز بھی بڑے نرالے ہیں۔ جب مایوسیاں چاروں طرف سے گھیرا تنگ کر لیتی ہیں، جب محرومیاں زندہ رہنے کی حسرت بھی دل سے چھین لیتی ہیں۔ عین اس وقت رحمت الٰہی ایک ایسے آفتاب کے طلوع ہونے کا اہتمام فرماتی ہے جو اس شب دیجور کو صبح سعید سے بہرہ ور کرنے کا باعث بن جاتی ہے۔ اس کی شعاعوں کو وہ تابشیں مرحمت فرماتا ہے جس کی شوخیوں کو دیکھ کر سارا عالم تصویرِ حیرت بن کر رہ جاتا ہے۔ پنجاب کے ضلع شاہ پور کے ایک گاؤں کو جس کا نام بھی کسی کو معلوم نہ تھا قدرت نے اپنے ایک مقبول بندے کی پیدائش کے لیے پسند فرمایا "سیال" کی چھوٹی سی بستی میں حضرت میاں محمد یار رحمتہ اللہ علیہ کے گھر میں ایک ایسا چراغِ معرفت روشن ہوا۔ جس نے غم و حرماں کی اس تاریک رات میں چراغاں کر دیا۔ گھنے درختوں کے جھرمٹ میں چند کچے کوٹھے تھے اس میں ایسا مردِ سعید پیدا ہوا جس نے ایک عالم کے سوئے بخت کو بیدار کر دیا اور لاکھوں کی بگڑی ہوئی تقدیروں کو سنوار دیا۔ ماں باپ نے اس فرزندِ ارجمند کا نام شمس الدین تجویز کیا۔ رحمت خداوندی نے اس کو شمس العارفین کے منصب جلیل پر فائز کیا۔ اس کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہونے والے ذکرِ الٰہی اور سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کا ذوقِ فراواں اور اسلام کے پرچم کو پھر اونچا لہرانے کا عزمِ جواں لے کر واپس لوٹے۔ چند سالوں میں ملک کے طول و عرض میں ایسی خانقاہوں کا ایک جال بچھ گیا جہاں خود فراموش انسانوں کو خود شناسی اور خداشناسی کی منزل تک پہنچانے کا اہتمام کیا جاتا۔ اللہ تعالی نے اس پاک ہستی سے احیائے دین اور ملت کی شیرازہ بندی کا جو کام لیا تو اس کو دیکھ کر زمانہِ ماضی کے اولوالعزم اولیاء کرام کے کارناموں کی یاد تازہ ہوگئی۔

حضرت خواجہ شمس العارفین قدس سرہ کے بعد آپ کے فرزندِ جلیل حضرت خواجہ محمد دین اپنے والد بزرگ کی خوبیوں کا پیکر جمیل بن کر زینت بخش سجادۂ فقر ہوئے آپ نے اپنے پدر بزرگوار کی اس تحریک کو مزید پختگی اور توانائی بخشی۔ یہ سلسلہ فقر و درویشی رفتہ رفتہ بڑے بڑے شہروں سے گزر کر ان دور افتادہ دیہات تک پھیل گیا جو پہاڑوں اور صحراؤں میں گھرے ہوئے تھے۔

حضرت ثانی غریب نواز علیہ الرحمہ کے بعد آپ کے فرزندِ ارجمند حضرت خواجہ ضیاء الملت والدین قدس سرہ نے صرف آستانہ عالیہ سیال شریف کو ہی نہیں صرف سلسلہ چشتیہ نظامیہ کو نہیں بلکہ جملہ سلاسلِ فقر و درویشی کو چار چاند لگا دیے اور انگریز کے تسلط اور کفر کے تغلب کے خلاف اجتماعی جدوجہد

کا آغاز ہوا۔ اسلام کا یہ شیر دل مجاہد جس نے تمام عمر انگریز کے اقتدار کو ہر میدان میں للکارا تھا صرف پینتالیس سال کی عمر میں فردوسِ بریں کو سدھارا۔ اللہ تعالی نے آپ کے خلوص کو اس طرح نوازا کہ حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی قدس سرہ جیسا فرزندِ عظیم مرحمت فرمایا۔ پون صدی تک آپ زندگی کے افق پر چودھویں کا چاند بن کر چمکتے رہے، نور بکھیرتے رہے، ہر قسم کی ظلمتوں کو شکست پر شکست دیتے رہے اور آپ کے وصال پر ساری ملت اشک بار ہے۔ آپ کے نیاز مند مختلف انداز سے اپنی نیاز مندیوں کا اظہار کر رہے ہیں۔

آپکی ہمہ صفت موصوف شخصیت کے کس پہلو کا ذکر کیا جائے اور کس کا ذکر نہ کرنے پر قناعت کی جائے، اس گلستانِ جمال و کمال کے گل چینیوں کیلئے یہ مرحلہ بڑا صبر آزما ہے۔

اللہ تعالی نے آپ کو جو ظاہری حسن عطا فرمایا تھا اسکی ہمیں تو کہیں نظیر نہیں ملتی۔ روشن چہرہ، اونچی بینی، چمکتی ہوئی غزالی آنکھیں، جبینِ سعادت کی کشادگی، داڑھی مبارک کا بانکپن، قلب و نظر کو اسیر کرنے والی تاب دار زلفیں، جمال کی رعنائیوں کے باوجود جلال الٰہی کا ایسا پرتو چہرے پر ضوفگن رہتا تھا کہ بارگاہ اقدس میں لب کشائی کی ہمت نہ ہوتی تھی۔

جذبہ جہاد رگ وپے میں ہر لحظہ موجزن رہتا تھا۔ جہاد کی تیاری کے لیے جسمانی ورزش اور شکار آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ آپ کو قیمتی اور خوب صورت گھوڑوں سے بڑی محبت تھی۔ انمول نسل کی اپنی پسندیدہ گھوڑی کی پشت پر بیٹھ کر صبح سے شام تک ہرنوں کے تعاقب میں صحرا نوردی آپ کی بہترین تفریح تھی۔ کچھ عرصہ بازوں کے شکار کا بڑا شوق رہا۔ ان تمام مشاغل کے پیچھے حظِ نفس نام کی کوئی چیز نہ تھی محض جہاد کی تیاری کے لیے جسمانی ریاضت مقصد اولین تھا۔ گھوڑوں سے محبت بھی صرف اس لیے تھی کہ یہ جہاد فی سبیل اللہ کا ذریعہ ہے۔ بہترین بندوق بہترین رائفل اور بہترین ریوالور سے آپ کا شوق دیدنی تھا۔ بھاگتے ہوئے ہرنوں کو، اڑتے ہوئے پرندوں کو گولی کا نشانہ بنانا آپ کے نزدیک ایک معمولی بات تھی۔ آپ کا نشانہ خطا ہو جائے یہ ممکن ہی نہ تھا۔

میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ان تمام سرگرمیوں کی روح کفار اور انگریز کے خلاف جذبہ جہاد تھا جو آخر وقت تک آپ کے دل میں چٹکیاں لیتا رہا۔ اپنے رب کریم کی بارگاہ میں آپ شہادت کے لیے ہمیشہ دست بدعا رہا کرتے۔ جب کشمیر کو آزاد کرانے کے لیے جہاد شروع ہوا تو آپ نے اپنے عقیدت مندوں اس جہاد میں حصہ لینے کی ترغیب دی۔

جو سینکڑوں کی تعداد میں سب سے اگلے مورچوں پر بھارت کی فوجوں سے برسر پیکار رہے اور انکے چھکے چھڑا دیئے۔ مجاہدین کشمیر کی مالی خدمت کرنے کے علاوہ آپ نے بے شمار سپاہیوں کو اسلحہ اور بارود اپنی گرہ

سے خرید کر مہیا کیا اور اسکی کبھی نمائش نہ کی۔ جب 1965ء کی جنگ شروع ہوئی تو آپ نے اپنے کا شانہ اقدس کی تمام خواتین کے تمام زیورات افواج پاکستان کی خدمت میں پیش کر دیئے اور اس بے مثال قربانی کا کبھی اظہار نہ ہونے دیا۔ لنگر شریف میں اللہ تعالی کی بڑی برکت تھی روز و شب سینکڑوں مہمانوں کو کھانا دیا جاتا۔ رقم جمع کرنے کا آپ کو قطعاً شوق نہ تھا جو آیا، خرچ ہو گیا۔ یحییٰ خاں دور میں جب کالے دھن پر قابو پانے کے لیے حکومت نے اعلان کیا کہ فلاں تاریخ تک پانچ پانچ سو اور سو سو کے نوٹ واپس کر دیئے جائیں تو لوگ اپنے نوٹوں کو تبدیل کرنے کے چکر میں رات دن سر گرداں اور پریشان تھے۔ قبلہ حضرت خواجہ صاحب نے خود مجھے بتایا کہ میری جیب میں اس وقت صرف آٹھ آنے تھے اس لیے مجھے قطعاً کوئی فکر نہ تھی۔ اللہ تعالی کے نہ بندے صرف اپنے دلوں کو ہی نہیں اپنی جیبوں کو بھی دولت سے پاک رکھتے ہیں۔ ملک میں جب کوئی دینی یا ملی تحریر اٹھی اور اس کے لیے جانی مالی قربانی کی ضرورت محسوس ہوئی تو اللہ تعالی کا یہ بندہ اپنی ساری بے نیازیوں کے باوصف السابقون لاولون کے زمرہ میں ہمیشہ پیش پیش نظر آتا ہے آپ کا جہاد صرف سیف وسنان کے جہاد تک محدود نہ تھا، بلکہ قلم و زبان سے بھی آپ حق کی سربلندی کے لیے ساری عمر مصروفِ عمل رہے باطل کسی روپ میں اور ملک کے کسی کونہ میں اگر سر اٹھاتا تو حضرت خواجہ محمد قمر الدین کا ڈنڈا اس کی کھوپڑی پر پٹاخ پٹاخ برسنے لگتا۔

انگریزی دور میں فتنوں کا سیلاب امڈ کر آگیا کہیں عیسائیت کے نام نہاد مبلغ، اسلام کی حقانیت پر اپنے طعن و تشنیع کے تیر برساتے، کہیں ختمِ نبوت کے انکار کا فتنہ، کہیں شانِ رسالت میں گستاخی کرنے کے لیے منظم سازشیں، کہیں اہل بیت کرام کی عظمت و ناموس پر زبان درازیاں الغرض اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ محبوب مجاہد سب سے لڑا۔ سب کے سامنے سینہ سپر ہوا اور سب کو بتائید الہی شکستِ فاش سے دوچار کیا۔

ہندوستان کی آزادی کے لیے جب تحریک چلی تو کانگریس پیش پیش تھی جس کی قیادت متعصب اور تنگ نظر ہندوؤں کے ہاتھ میں تھی۔ لیکن ہندو مہاشوں کی مکاری نے بہت سے مسلمانوں کو اپنا ہمنوا بنا لیا تھا بڑے بڑے علماء زعما، فضلاء بھی ہندوستانی قومیت کے پرستار اور ہندو لیڈروں کے ہمنوا تھے اس وقت اللہ تعالیٰ نے ملت مصطفویہ کو انگریز اور ہندو کی غلامی کے شکنجے سے بچانے کے لیے انتظام فرمایا۔

محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ نے پاکستان کا مطالبہ کیا تو حضور خواجہ صاحب نے اپنے نور فراست سے محمد علی جناح کے موقف کی حقانیت کو بھانپ لیا اور ملک کے بڑے بڑے دانشور یہ فیصلہ نہیں کر پائے تھے کہ محمد علی جناح کے دعوئی میں کوئی مقبولیت ہے یا نہیں، یا یہ قابل عمل بھی ہے یا نہیں۔ آپ نے ڈنکے کی چوٹ پر پورے عزم و یقین کے ساتھ پاکستان کے حصول کے لیے جہاد میں محمد علی جناح کی رفاقت اور

اعانت کا اعلان کر دیا اور تاریخ کے صفحات اس بات کے گواہ ہیں کہ اس مردِ حق نے جو قدم اٹھایا وہ اس وقت تک نہیں رکا جب تک منزل نے بڑھ کر قدم نہیں چومے۔

صوبہ سرحد میں ریفرنڈم کی مہم از بس خطرناک تھی۔ خان برادران کا یہاں طوطی بول رہا تھا وہ گاندھی کے اندھے پرستار تھے اور سرخ پوش تحریک کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ صوبہ سرحد کے ہر شہر اور ہر گاؤں میں اس کے سرخ پرچم لہرا رہے تھے اگر اس ریفرنڈم میں مسلم لیگ شکست کھا جاتی تو پاکستان کا خواب تعبیر سے پہلے ہی منتشر ہو جاتا۔ جن لوگوں کی جوانمردی نے ملتِ مسلمہ کے لیے سرحد میں کامیابی کے راستے ہموار کیے بلا شبہ ان مجاہدین کی صف اول میں حضرت خواجہ محمد قمر الدین کا چمکتا ہوا چہرہ آپ کو نمایاں نظر آئے گا۔

پاکستان معرض وجود میں آنے کے بعد اگرچہ عرصہ دراز تک موت و حیات کی کشمکش میں رہا۔ جن لوگوں کو اس کی زمام اقتدار سونپی گئی۔ انہوں نے اپنی نا اہلی یا خیانت مجرمانہ کے باعث اس نوزائیدہ مملکت کی مشکلات میں اضافہ ہی کیا، لیکن 1970ء کا وہ دور ساری ملت کے لیے بے حد تشویشناک تھا۔ اس وقت یہاں ایسی تحریک شروع ہوئی جو اسلام کے بجائے سوشلزم کو ملک کا دستور بنانے کا عزم کر کے اٹھی تھی اس سے قبل جو حکمران آئے انہوں نے بھی اگرچہ نظامِ مصطفی کے نفاذ کے لیے کوئی قابل ذکر خدمت انجام نہیں دی تھی اور اگر کوئی قدم اس سمت میں اٹھایا بھی تو بڑی بے دلی سے، لیکن یہ دور تو اپنے دامن میں ہنگامہ رستاخیز سمیٹ کر لایا تھا۔

بھٹو کی عیاریوں نے قوم کے ذہنوں میں اشتراکیت کا نقش اس طرح ثبت کر دیا کہ اب عام شاہراہوں پر اسلام مردہ باد کے نعرے سنائی دینے لگے۔ اب خوف آنے لگا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جو ملک لاکھوں شہیدوں نے اپنا خون بہا کر اور اپنی رنگ رنگیلی جوانیاں لٹا کر اسلام کی خاطر حاصل کیا تھا۔ اس میں کہیں مارکس اور لینن وغیرہ یہودیوں کا ابلیسی نظام نہ نافذ ہو جائے۔ بھٹو کے ساتھیوں کے نعرے بڑے گرجدار تھے ساری فضا سہمی سہمی تھی۔ بڑے بڑے سیاستدان منقار زیر پر تھے۔ کئی علماء بھی بایں جبہ و دستار اسلام کے نام پر حاصل کردہ اس وطن میں سوشلزم کے کانٹے ہونے کے لیے بھٹو کا ساتھ دے رہے تھے خوف و ہراس، دہشت و یاس کے اس ماحول میں ایک آواز بلند ہوئی کہ " پاکستان سوشلزم کا قبرستان بنے گا "۔ ساری قوم چونک اٹھی اور بیگانے اس نعرہ لگانے والے کی جرأت و بسالت پر انگشت بدنداں رہ گئے وہ آنکھیں مل مل کر اس جوانمرد کا چہرہ دیکھنے کے لیے بے تاب تھے جس نے اپنی صدائے دلنواز سے ملک بھر میں ہلچل پیدا کر دی تھی۔

وہ نعرہ لگانے والا کون تھا؟

وہ ہم سنیوں کا آقا، ہم چشتیوں کا مرشد، حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی تھا۔ اس نعرہ نے صور اسرافیل کا کام کیا اور سوئی ہوئی ملت بیدار ہوگئی اور اس کے بیدار ہونے کی دیر تھی کہ باطل کے نعروں کی وہ کڑک ختم ہوگئی وہ طلسم ٹوٹ گیا، جس نے ساری قوم خصوصاً نوجوان نسل کو بری طرح اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ ایسے نازک دور میں کالعدم جمعیت علماء پاکستان کی قیادت اور اسلام کی عظمت کا جھنڈا جب حضرت شمس العارفین کے خانوادے کے اس الوالعزم مردِ حق نے اپنے ہاتھ میں اٹھالیا تو میدانِ جنگ عمل کا نقشہ پلٹ کر رکھ دیا اور بھٹو اور اس کے حواریوں کے وہ ارادے خاک میں مل گئے جو اس گلشنِ اسلام کو ویران کر کے اسے اشتراکیت کا مرکز بنانا چاہتے تھے۔
غلامانِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء پہلے انگریز کے خلاف برسرِ پیکار تھے پھر ہندوؤں سے جنگ آزما ہوئے پھر داخلی فتنوں نے ان کی ساری توجہ اس طرح مبذول رکھی۔ اس عرصہ میں فتنہ مرزائیت ہر قسم کی مزاحمت سے بے خوف ہو کر اپنے پاؤں پھیلاتا رہا، اپنی بنیادیں مضبوط کرتا رہا۔ انہیں اپنے وسائل کو منظم کرنے، اپنی سازشوں کو مرتب کرنے کے لیے طویل فرصت مل گئی۔ سول کے محکموں میں پہلے ہی ان کے لوگ کلیدی آسامیوں پر قابض تھے اس عرصہ میں انہوں نے بری، بحری اور ہوائی افواج میں بھی اپنی پوزیشن مستحکم کرلی۔ یہاں تک کہ پاکستانی فضائیہ کا سربراہ اعلیٰ ایک قادیانی (ظفر چوہدری) بننے میں کامیاب ہو گیا اور اس میں اتنی جرات پیدا ہوگئی کہ ماہ دسمبر میں ربوہ میں ان کی جوسہ روزہ کانفرنس ہوئی۔ اس موقع پر اس نے پاکستانی فضائیہ کے طیاروں کو حکم دیا کہ وہ اس کے جھوٹے نبی اور جھوٹے خلیفہ کو سلامی دیں۔
انہیں یہ توقع تھی کہ ایک جست میں وہ پاکستان کے اقتدار پر قبضہ کرلیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو انگریزوں کے ان پٹھوؤں، اسلام اور ملتِ اسلامیہ کے دشمنوں کی خطرناک سازشوں سے بچانے کیلئے ربوہ کے ریلوے سٹیشن پر رونما ہونے والے ایک معمولی واقعہ کو اسکا ذریعہ بنادیا۔ پھر ختم نبوت کی تحریک ملک کے کونہ کونہ میں پھیل گئی۔ یہاں تک کہ حکومت مجبور ہوگئی کہ وہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے۔ اس وقت بھی حضرت شیخ الاسلام نے جو قائدانہ اور مجاہدانہ کردار انجام دیا وہ محتاج بیان نہیں۔
تحریک نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی آپکی خدمات تا ابد تابندہ و درخشندہ رہیں گی۔ رمضان المبارک کی چودہ تاریخ تھی جمعہ کا دن تھا زائرین کے ہجوم سے آستانہ عالیہ کا کونہ کونہ بھرا ہوا تھا۔ یہ جمعہ حضرت غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی مسجد میں ادا فرمایا اور اپنے خُدام کو اور اپنے پروانوں کو دعاؤں کے ساتھ الوداع کیا۔ اس دن خلافِ معمول روزہ گھر میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ افطار فرمایا۔ رات

سیال شریف میں بسر کی۔ حضرت صاحبزادہ غلام نصیر الدین صاحب کے صاحبزادے علاج کے لیے لاہور گئے ہوئے تھے ان کی مزاج پرسی کے لیے لاہور جانے کا پروگرام بنایا۔ سحری تناول فرمانے کے بعد حضرت غریب نواز نے حضرت شمس العارفین کے روضہ مقدسہ پر حاضری دی اور دعائے خیر کے بعد اپنی زندگی کے آخری سفر پر روانہ ہوئے۔

سرگودھا لاہور سڑک پر (سرگودھا سے چند میل کے فاصلے پر) چک نمبر 11 کا پل ہے۔ آپ کا عمر بھر کا ڈرائیور غلام حیدر جو پینتالیس سال سے آپکا ڈرائیور تھا، کار چلا رہا تھا، صبح کے سات بج رہے تھے۔ سورج طلوع ہو چکا تھا ہر طرف روشنی ہی روشنی تھی کہ چک نمبر 11 کے پل کے قریب غلام حیدر نے سامنے سے ایک ٹرک آتا ہوا دیکھا وہ غلط سمت سے آ رہا تھا محتاط ڈرائیور نے اپنی سمت درست نہ کی تو غلام حیدر نے حضرت کی گاڑی کو کچے راستے پر اتار لیا لیکن ٹرک کا ڈرائیور معلوم نہیں نشہ میں دھت تھا یا سو رہا تھا اپنے ٹرک کو کنٹرول نہ کر سکا۔ اچانک ایک دھماکہ ہوا، قیامت خیز دھماکہ جس نے گاڑی کا کچومر نکال

دیا ڈرائیور غلام حیدر اپنے آقا کے قدموں میں نذرانہ جان پیش کر کے وہیں سرخرو ہوا۔ ایک دوسرا خادم اللہ بخش، جس کی چند روز بعد شادی ہونے والی تھی، وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کو شہادت کا تاج پہنا دیا گیا۔ شاید ایسے جان نثار اور جانباز خدام کے لیے ہی حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

بنا کردند خوش رسمی بہ خون و خاک غلطیدن
خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

باقی دو ساتھی حاجی محمد نواز جو حضرت کا دیرینہ اور راز دار خادم تھا اس کا بازو کئی جگہ سے ٹوٹ گیا۔ چوتھا ساتھی محمد اسلم بری طرح زخمی ہوا۔ حضرت قبلہ غریب نواز ڈرائیور کے ساتھ پہلی نشست پر تشریف فرما تھے۔ دھماکہ سن کر ارد گرد سے لوگ دوڑے ہوئے آئے حضرت کو باہر نکالا گیا آپ کی دائیں ٹانگ کی پنڈلی کی ہڈی کریک ہوئی تھی۔ چہرہ مبارک اور جسم کے دوسرے حصے بالکل صحیح سلامت تھے آپ کو کار سے نکال کر جب باہر چارپائی پر ڈالا گیا تو ایک آدمی نے پانی پیش کیا۔ آپ نے پینے سے انکار کر دیا۔ فرمایا: میں روزہ سے ہوں۔ پھر ٹرک میں چارپائی بچھا
کر لٹا دیا گیا اور ڈسٹرکٹ ہسپتال سرگودھا لایا گیا۔
اس المناک حادثہ کی خبر جنگل کی آگ کی طرح آناً فاناً پھیل گئی۔ لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ ہسپتال میں

جمع ہو گئے۔ بھیرہ میں ہمیں شام کے بعد اس حادثہ کی اطلاع ملی، لیکن اطلاع دینے والے نے ساتھ یہ بھی بتایا: حضور بخیر و عافیت ہیں۔ دوسری صبح سویرے عیادت اور زیارت کے لیے میں مع اپنے عزیزوں کے سرگودھا پہنچا۔ اس وقت ڈاکٹر صاحبان مرہم پٹی کر رہے تھے۔ ہسپتال کا سارا کھلا میدان نیاز مندوں اور عقیدت مندوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ سب کی زبان پر کلماتِ شکر تھے کہ اللہ تعالی نے انکے کریم آقا کو اس جانکاہ حادثہ سے بچالیا ہے۔ ہم لوگ خوش تھے کہ تقدیر کی کمان کا تیر خطا ہوا، لیکن تقدیر ہماری کم نگاہی پر مسکرا رہی تھی۔

دو روز تک آپ ڈسٹرکٹ ہسپتال سرگودھا میں زیر علاج رہے۔ صدر محترم جنرل محمد ضیاء الحق کو جب اس سانحہ کا علم ہوا تو بے چین ہو گئے، ہر دس پندرہ منٹ کے بعد حضرت کی خبر گیری کے لیے فون کرتے رہے اور ڈاکٹروں کو تاکید کرتے رہے کہ علاج معالجہ میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو۔

سترہ رمضان المبارک کو ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ آپ کو علاج کے لیے سی ایم ایچ لاہور لے جایا جائے۔ چنانچہ آپ کو وہاں لے جایا گیا وہاں کے ڈاکٹروں نے جب انگلیوں کے ناخنوں کی رنگت دیکھی تو سراپا یاس بن گئے اور کہا کہ بہت لیٹ آئے ہو۔ سی ایم ایچ کے قابل ڈاکٹروں کی جملہ مساعی کے باوجود حکم الٰہی پورا ہوا اور وہ عظیم ہستی جو پون صدی تک چودھویں کا چاند بن کر زندگی کے افق پر نور افشانیاں کرتی رہی تھی، ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گئی اور دار فانی سے رختِ سفر باندھ کر اپنے محبوب حقیقی کی بارگاہ صمدیت میں نعمتِ حضوری سے شرفیاب ہو گئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

زمانہ اپنی شبِ غم کو منور کرنے کے لیے ایسے قائد کی تلاش میں سرگرداں رہا، لیکن صد حیف کہ اس کی یہ سعی بار آور نہ ہوئی۔ امتِ مسلمہ اپنے اس قائد کی یاد کو ہمیشہ سینوں میں لگائے رکھے گی جس نے ہر مشکل مرحلہ پر بڑی جرآت کے ساتھ اس کی راہنمائی فرمائی۔

طقہ مریدین اپنے شیخ کے نورانی چہرہ کی زیارت کے لیے تڑپتے ہی رہیں گے۔ طالب علموں کے ساتھ محبت کرنے والے، علماء کی قدر و منزلت کو پہچاننے والے، اہل بیت نبوت کے ادب و احترام کا حق ادا کرنے والے، صحابہ کرام کی ناموس کے پاسبان اور شمع جمالِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے دلسوختہ پروانہ، اور ذکر الٰہی سے ایک لمحہ کیلئے بھی غافل نہ ہونے والے، اہل دل کی آنکھوں کے نور، اہل خرد کے پیشواء اور کاروانِ عشق و مستی کے قافلہ کے سالار، شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمر الدین رضی اللہ عنہ وارضاہ بظاہر ہماری آنکھوں سے نہاں ہو گئے، لیکن ان کی عقیدت و محبت

کے چراغ ہمیشہ جگمگاتے رہیں گے۔

ماخوذاز مقالات
ضیاءالامت حضرت پیر محمد کرم شاہ رحمۃاللہ علیہ
آستانہ عالیہ بھیرہ شریف

---

# تصانیف:

حضور شیخ حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رحمۃاللہ علیہ

1۔ مذہب شیعہ
2۔ ان الحکم الااللہ
3۔ صلوۃ العصر
4۔ التحقیق فی التطلیق
5۔ تنویر الابصار تبقبیل المزار
6۔ تبلیغ القوم فی اتمام الصوم
7۔ تحقیق الاجلتہ فی ثبوت الاھلہ
8۔ وصایا قمریہ
9۔ عیسائی مذہب
10۔ عوام کا مطالبہ، نظام مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
11۔ الجھاد
12۔ بلاغ المبین
13۔ نقشہ میراث
14۔ تقدیر دلپذیر

جن احباب کو چاہیے وہ مفت ہمارے واٹس ایپ پر حاصل کر سکتے ہیں

صاحبزادہ محمد شعاع الدین سیالوی

پیرزادہ محمد فرید الدین سیالوی